نِعمُ الزَّادُ لِرَومِ الضَّادُ

حرفِ ضاد کے پڑھنے کا صحیح طریقہ

تصنیفِ لطیف

اعلیٰ حضرت، مجدّدِ دین و ملّت،
امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

نِعمُ الزَّادُ لِرَومِ الضَّادُ

اعلیٰ حضرت نیٹ ورک
Alahazrat Network

رسالہ

نعم الزّاد لِرَوم الضاد

(ضاد کے پڑھنے کا بہترین طریقہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۝

مسئلہ ۲۷۲ تا ۲۷۶ از ریاست رام پور محلہ کنڈہ متصل مسجد میاں گاماں مرسلہ مولوی محمد یحیٰی صاحب

۲۴ شوال مکرم ۱۳۱۵ھ

چہ مے فرمایند علمائے دین و مفتیان شرع متین دریں باب کہ در قرأت غیر المغضوب علیہم ولا الضآلین درچند اشخاص نزاع مے مانند و اکثر رسائل و فتاوی دریں باب مختلف ہستند بعضے خواندن ضاد را بدال توارث بین الناس دلیل مے آرند و بعضے برائے تبدیل ظا و زا تشابہ صوت را دلیل مے گردانند و قاری عبدالرحمان مرحوم پانی پتی در رسائل و فتاوی خلاصہ تحقیق بدیں نہج رقم کردہ اند کہ بجائے ضاد دال یا حرفے خواندن محض غلط است ہر حرف خصوصاً ضاد را از مخرج خود مع صفاتش ادا کردن برہمہ شخص واجب است دریں ہنگام شور و شغب

علمائے شرع متین اس بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ غیر المغضوب علیہم ولا الضآلین کے پڑھنے میں کچھ لوگوں کا اختلاف ہے اکثر رسائل اور فتاوے اس بارے میں مختلف ہیں بعض لوگ توارث بین الناس (معمول) کو دلیل بناتے ہوئے ضاد کو دال کے ساتھ پڑھنے کا کہتے ہیں اور بعض اسے ظا اور زا کے ساتھ تبدیلی کے قائل ہیں اور آواز میں مشابہ ہونے کی دلیل پیش کرتے ہیں قاری عبدالرحمان مرحوم پانی پتی نے کہا کہ رسائل اور فتاوی میں اس بارے میں خلاصہ تحقیق یوں بیان کیا گیا ہے کہ ضاد کی جگہ دال یا کوئی

بعضے خواص وعوام سند خواندن دال از شرح کبیر بیان کردہ اند از استماعش در چند امور خلجان واقع گردید ترصد از علمائے ماہرین ومعتبرین کہ از جواب رافع خلجان احقاق حق وابطال باطل فرمایند اجرکم اللہ تعالٰی فی الدارین امرے چند موجب اشتباہ وخلجان مخصوص ادائے ضاد شبیہ بدال مہملہ یا ظائے معجمہ دریافت طلب از علمائے دین۔

اور حرف پڑھنا محض غلط ہے، ہر حرف خصوصاً ضاد کو اپنے مخرج سے اس کی صفات کے ساتھ ادا کرنا ہر شخص پر لازم ہے، اس معاملہ میں بڑا اختلاف اور شور ہے بعض خواص اور عوام اسے دال پڑھنے پر شرح کبیر سے سند ذکر کرتے ہیں، اس معاملہ میں چند امور سے خلجان واقع ہو رہا ہے ماہرین شریعت اپنے جواب سے انہیں رفع کریں تاکہ حق ثابت ہو اور باطل کا بطلان ہوجائے، اللہ تعالٰی دارین میں تجھے اجر سے نوازے، ضاد کو دال یا ظا پڑھنے کی صورت میں جن امور میں اشتباہ وخلجان واقع ہو رہا ہے وُہ علماء سے دریافت طلب ہیں (وہ یہ ہیں):

اوّل فصل زلّۃ قاری کہ در کتب فقہ علیحدہ ذیل حکم قرأت فی الصلٰوۃ موضوع شدہ آیا حکم مسائل آں مخصوص بداں صورت است کہ از قاری بلا قصد وارادہ حرفے بجائے حرفے فجاۃً بر زبان جاری شدہ باشد یا علی العموم است قاری وتالی بالقصد وارادہ حرفے بجائے حرفے خواندہ باشد بر تقدیر تسلیم شق عموم ہرگاہ حکم قرأت بالارادہ نوشتہ شدہ باعث معنون کردن فصل بزلّۃ القاری چیست حالانکہ در زلّۃ کہ معرب لغزش است ارادہ مفقود است۔

اوّل کتب فقہ میں نماز کی قرأت کے ضمن میں "زلّۃ القاری" (قاری کا پھسلنا) کی جو فصل قائم کی گئی ہے اس کے مسائل کا حکم صرف اسی صورت کے ساتھ مخصوص ہے جب قاری سے بلا قصد وارادہ ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف اچانک زبان پر جاری ہوجائے، یا حکم عام ہے خواہ قاری اور تلاوت کرنے والا عمداً اور قصداً کسی حرف کی جگہ دوسرا حرف پڑھ دے اگر عموم حکم والی (شق) تسلیم کرلی جائے تو جب اس میں قصداً قرأت کا حکم بھی تحریر ہوا ہے تو پھر اس فصل کا عنوان زلّۃ القاری کیوں رکھا گیا؟ حالانکہ لفظ "زلّۃ" لغزش سے معرب ہے جس میں قصد اور ارادہ مفقود ہوتا ہے۔

دوم در صورت عموم صرف بر اتحاد مخرج وتشابہ صوت عموم وسہولت ادا اکتفا کردہ خواہد شد یا لحاظ معنی ہم داشتہ خواہد شد و بصورتِ تبدیل معنی وفساد آں حکم فساد نماز دادہ خواہد شد و دریں صورت کسیکہ در ابدال ضاد

دوم عموم کی صورت میں صرف اتحادِ مخرج یا قربِ مخرج اور تشابہ کی صورت میں عام وآسان ادائیگی پر اکتفا کرلیا جائے گا یا معنی کا بھی خیال رکھنا ضروری ہے اور بصورتِ تبدیلِ معنی وفساد حکم فساد نماز کا ہوگا اس صورت میں جو شخص ضاد کو دال سے

بدال توارث بین الناس را مطلقاً دلیل گردانیدہ توجیہ صحت قولش چہ خواہد شد۔

بدل کر پڑھنے پر مطلقاً لوگوں کے معمول کو دلیل بناتا ہے اس کے قول کی صحت کی توجیہ کیسے ہوگی؟

سوم چنانکہ صاحب غنیۃ المستملی شرح منیہ در فصل زلۃ قاری بمقام حکم ابدال حرفے بحرفے مدار برصحت وفساد معنی داشتہ بصورتیکہ معنی صحیح از بدل می شود حکم صحت نماز نگاشتہ وجائیکہ از بدل فساد معنی شدہ حکم فساد نماز دادہ ہمیں حکم در ابدال ضاد بدال مہملہ ہم جاری خواہد ماند وبہر جاکہ ضاد بدال مہملہ فساد معنی لازم است حکم فساد نماز دادہ خواہد شد یا نہ اگر شق اول مسلم است پس ابدال ضاد بدال مہملہ وبصوت دال خواندن عموماً ومطلقاً چگونہ صحیح خواہد شد واگر شق ثانی است مخصص آں وموجب تخصیص کدام دلیل است۔

سوم جس طرح صاحب غنیۃ المستملی نے شرح منیہ کی فصل زلۃ القاری میں ایک حرف کو دوسرے حرف سے بدلنے کی صورت میں مدار معنی کی صحت و فساد پر رکھا ہے تو جس صورت میں تبدیلِ حرف کے باوجود معنی درست ہوگا نماز کی صحت کا حکم دیا جائے گا اور جہاں تبدیلِ حرف کی وجہ سے معنی فاسد ہوگا وہاں نماز کے فاسد ہونے کا حکم جاری ہوگا اور جب ضاد کو دال پڑھا جائے تو پھر بھی یہی حکم جاری ہوگا جہاں ضاد کو دال پڑھنے سے فسادِ معنی لازم آئے وہاں نماز کے فساد کا حکم جاری ہوگا یا نہیں؟ اگر شق اول مسلم ہے تو ضاد کو دال سے بدل کر دال کی آواز میں پڑھنا عموماً و مطلقاً کیسے صحیح ہوگا اور اگر دوسری شق ہے تو اس کا مخصص اور موجبِ تخصیص کون ہے؟

چہارم کسیکہ از عبارت شرح کبیر ولا الضالین بالظاء المعجمۃ او الدال المہملۃ لا تفسد الخ خواندن دال بجائے ضاد بدون لحاظ تخالف وتباعد معنی علی العموم قیاس کردہ قیاس فاسد خواہد شد یا نہ زیرا کہ دریں آیۂ کریمہ ھل ندلکم علی رجل الخ صاحب شرح کبیر از بدل قرب معنی ثابت کردہ وحکم صحت نماز دادہ وممکن است کہ بدیگر مقام از ابدال ضاد بدال فساد معنی شود معنی آں خواہد شد تباہ شوند یا در "اکواب موضوعۃ" کہ معنی بہ ترتیب چیدہ شدہ است ہرگاہ موودعۃ خواندہ شود معنی آں پدرود کردہ شدہ خواہد شد کہ مشعر بر انقطاع آں ست علی ہذا بسیارے

چہارم جس شخص نے شرح کبیر کی عبارت ولا الضالین بالظاء المعجمۃ او الدال المہملۃ لاتفسد الخ سے ضا کی جگہ دال پڑھنا بغیر لحاظ مخالفت تباعد معنی علی العموم قیاس کیا ہے وہ قیاس فاسد ہے یا نہیں؟ کیونکہ آیۂ کریمہ ھل ندلکم علیٰ رجل الخ میں صاحبِ شرح کبیر نے تبدیلی سے قربِ معنیٰ ثابت کیا ہے اور صحتِ نماز کا حکم دیا ہے اور ممکن ہے کہ دوسرے مقام پر ضاد کو دال سے بدلنے سے فسادِ معنی لازم آئے اور اس کا معنیٰ یہ ہوگا کہ وہ تباہ ہوگئے، یا "اکوابِ موضوعۃ" میں کہ اس کا معنی ہے وہ برتن جو ترتیب سے رکھے گئے ہوں، اگر اسے "موودعۃ" پڑھا جائے جس کا

آیات ہستند کہ حالش بر متفقش خبیر پوشیدہ نخواہد ماند پس دراں صورت لامحالہ حکم فساد نماز دادہ خواہد شد و ہرگاہ مدار حکم صحت و فسادِ نماز بصورت ابدال ضاد بظاء و دال خود حسب تحریر صاحب شرح کبیر بر صحت و فساد معنی بدل شدہ چگونہ قیاس مذکور بسبیل عموم بلوی بخصوص عدم فساد صلاۃ چنانکہ در حق عوام است کہ ہیچ امتیاز در صحت لفظ و فرق معنی نمیدارند ہمچنیاں در حق خواص کہ امتیاز ہر گونہ دارند جاری خواہد شد یا نہ۔

معنی یہ بنے گا رخصت کیا ہوا، یہ معنی وہ ہے جو اس کے انقطاع کی طرف مشعر ہے علیٰ ہذا القیاس بہت سی آیاتِ قرآنی ہیں جن کا حال ہر صاحبِ مطالعہ اور باخبر شخص سے مخفی نہیں ہیں، پس اس صورت میں یقیناً نماز کے فساد کا حکم ہی دیا جائے گا۔ جب ضاد کو ظا اور دال سے بدل کر پڑھنے میں نماز کی صحت و فساد کے حکم کا مدار صاحبِ شرحِ کبیر کی تحریر کے مطابق صحتِ معنی و فسادِ معنی کی تبدیلی پر ہے، تو پھر عمومِ بلوی کی بنیاد پر عوام کے حق میں عدمِ فسادِ نماز کا قول جس کی وجہ یہ ہے کہ صحت لفظ اور تبدیلیِ معنی کا فرق عوام نہیں کر سکتے اسی طرح خواص جو ہر قسم کا فرق کر سکتے ہیں توکیا ان پر بھی یہ حکم جاری ہوگا یا نہ؟

پنجم ہرگاہ از عبارت تمہید جزری و شرح شیخ الاسلام زکریا انصاری بر مقدمہ جزری و ہم از شرح ملا علی قاری بر آں ثابت است کہ السنۂ ناس در ادائے ضاد مختلف است بعضے ظائے معجمہ و بعضے دال مہملہ و بعضے ذال معجمہ و بعضے باشمام زائے معجمہ مے خوانند و ایں ہمہ حضرات از قرائے عرب معدود ند دریں صورت دعوی تواتر ادائے ضاد بصورت دال مہملہ چگونہ قابل تسلیم خواہد شد۔ بینوا توجروا۔

پنجم جب امام جزری کی تمہیدی عبارت، شیخ الاسلام زکریا انصاری کی شرح مقدمہ جزری اور شرح ملا علی قاری میں ہے کہ لوگوں کی زبانیں ضاد کی ادائیگی میں مختلف ہیں بعض ظا، بعض دال، بعض ذال اور بعض اسے زا کی بو دے کر پڑھتے ہیں اور یہ تمام حضرات قراء عرب میں شمار ہوتے ہیں اس صورت میں ضاد کو دال مہملہ پڑھنے پر تواتر کا دعویٰ کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی انزل علی نبیہ صٓ والصلوٰۃ والسلام علی افصح من نطق بضٓ وعلی اٰلہ وصحبہ الذین اقتدوہ وھم لسفر الاٰخرۃ زادٗ صلی اللہ تعالٰی وبارک وسلم علیہ و

تمام حمد اللہ کے لئے جس نے اپنے نبی پر صٓ (قرآن عظیم روشن عربی زبان میں) نازل کیا اور صلوٰۃ و سلام اس ذات پر جس نے ضٓ کو فصیح زبان سے ادا کیا (قرآن کی تلاوت سب سے اعلیٰ فرمائی) اور آپ کی آل و

علیہم وزاد حق جل وعلا وتبارک قرآن عظیم بلسان عربی مبین بر نبی عربی قرشی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرستاد و برائے تلاوت و استماع و استفاضہ و انتفاع عباد آں صفت کریمہ قدیمہ خود را بکسوت حروف و اصوات تجلی داد و سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کما انزل الیہ بصحابہ کرام سانید وصحابہ بتابعین وتابعین بہ تبع و ہمچناں قرناً فقرناً وطبقۃً فطبقۃً ہر ہر حرف وحرکت وصفت وہیأت براقصے غایات تواتر کہ مافوق آں متصور نیست بما رسید والحمد للہ العلی المجید وذٰلک قولہ تعالیٰ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحٰفظون۱؎ پس بحمد اللہ چنانکہ در ہیچ کلمہ از کلمات کریمہ اش اصلاً محل توہمے نیست کہ شاید بجائے الحمد الشکر نازل شدہ باشد ہمچناں بمنّت مولیٰ عز وجل در ہیچ حرفے از حروف طیبہ اش زنہار جائے ترددے نیست کہ شاید بمحل لام تعریف میم تعریف بودہ باشد پس ہمچنانکہ بیقین قاطع میدانیم کہ ا و ع و ق در زبان عربی جداگانہ است و در قرآن عظیم الا و علا و قلا بمعانی مختلفہ بہماں وجہ تیقن جازم می شناسیم کہ ض و ظ و د نیز در لسان عرب سہ حرف متباین است و در فرقان کریم ضل و ظل و دل بمدلولات متخالفہ پس ض را ظ یا د خواندن بعینہ ہمچناں ماند کہ کسے "ا" را ع یا ق خواند دعا و عائے توارث در ادائے د بجائے

صحابہ پر جنہوں نے آپ کی اقتداء کی جبکہ وہ سفر آخرت کیلئے سامان ہیں۔ اللہ جل جلالہٗ رحمتیں، برکتیں اور سلامتی آپ پر اور ان سب پر نازل فرمائے اور زیادہ کرے، قرآن عظیم روشن عربی زبان میں اللہ عزوجل نے اپنے عربی قریشی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا اور اس کی تلاوت و سماعت اور اس سے استفاضہ و نفع کیلئے اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت کریمہ قدیمہ کو حروف و اصوات کا لباس پہنا کر اپنے بندوں کو عنایت فرمایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ تک قرآن پاک کو اسی طرح پہنچا دیا جس طرح وہ نازل ہوا تھا صحابہ نے تابعین تک تابعین نے تبع تابعین تک اور اسی طرح ہر دور اور ہر طبقہ میں اس کا ہر حرف، ہر حرکت ہر صفت اور ہیئت تواتر کے اعلیٰ درجہ کے ساتھ ہم تک منقول ہے کہ اس سے بڑھ کر تواتر کا تصور بھی نہیں ہوسکتا، حمد ہے اللہ کے لئے جو بلند بزرگی والا ہے اسی سے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: "بلاشبہ ہم نے اس ذکر کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں"۔ الحمد للہ قرآن مجید کے کلمات میں سے کسی ایک کلمہ کے بارے میں بھی ہرگز کسی قسم کا وہم نہیں کیا جا سکتا کہ شاید الحمد کی جگہ الشکر نازل ہوا تھا، اسی طرح اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ قرآن کے کسی حرف کے بارے میں کوئی شک و تردد نہیں کہ شاید الف لام کی جگہ تعریف کے لئے میم نازل ہوا تھا، جس طرح ہمیں قطعی یقین ہے کہ ا، ع، ق

۱؎ القرآن ۱۵/۹

ض سخت است بس غلط و بیمزہ ۔ توارث اگر در علمائے معتمدین قرأت مقصود خود باطل و مردود و اگر در عوام ہند مراد ازیں چہ کشاد سکتات سورۂ فاتحہ از صدہا سال در عامیاں رائج است وجہلہ برائے توجیہ آنہا ہفت نام شیطان در وے تراشیدہ اند دلل ھرب کیو کنع کنس تعل بعلی و بعض دیگر فرمودند مما و مصرا ، وکذلک کان ینبغی علی مزعومہم شدت تحفظ ایشاں بریں سکتات بیشتر و فزودتر از تحفظ بر واجبات اجماعیہ تجوید مے بینیم ، و ہر کہ مراعات آنہاں نکند ایں نادانان او را از تجوید قرآن جاہل و غافل دانند فانظر کیف صار فیہم المعروف منکرا و المنکر معروفا ۔ ایں اختراعات باطلہ را حقیقت بیش ازاں نیست کہ ان ھی الا اسماء سمیتموھا ۔ علماء ایں سکتات باطلہ را تقبیح کردہ اند و بطلان آنہا تصریح ، علامہ ابراہیم حلبی در غنیۃ المستملی فرماید قال فی فتاوی الحجۃ المصلی اذا بلغ فی الفاتحۃ ایاک نعبد و ایاک نستعین لا ینبغی ان یقف علی قولہ ایاک ثم یقول نعبد

عربی زبان میں جدا جدا حروف ہیں اور قرآن میں الا ، علا اور فلا کے الگ الگ مختلف معانی ہیں، اسی طرح ہم اس پر بھی حتمی یقین رکھتے ہیں کہ ض ، ظ اور د زبان عرب میں آپس میں متباین تین حروف ہیں اور فرقان عظیم میں ضل ، ظل اور دل کے معانی مختلف اور متباین ہیں پس ض کو بعینہٖ ظ یا د پڑھنا اسی طرح ہے جیسے کوئی الف کو عین یا فا پڑھا کرے، باقی اس توارث کا دعویٰ کہ ض کی جگہ دال ہے سخت غلط ہے کیونکہ اس توارث سے مراد قابل اعتماد قرا کا مقصود ہو تو یہ از خود باطل و مردود ہے (وہ لوگ ایسی بات کیسے کر سکتے ہیں) اور اگر مراد عوام ہند کا توارث ہے تو اس سے مقصد کیسے حاصل ہو سکتا ہے! عوام کا حال تو یہ ہے کہ صدہا سال سے سورۂ فاتحہ میں سات سکتے رائج ہیں اور جاہل ان کی توجیہ میں سات شیاطین کا نام لیتے ہیں دلل، حرب، کیو، کنع، کنس، تعلی، بعلی، اور بعض ان دو ناموں مما اور مصرا کا اضافہ کرتے ہیں انکے زعم پر انہیں یونہی مناسب نظر آیا اپنے غلط زعم کے مطابق ان سات سکتات کا تحفظ تجوید کے اجماعی واجبات سے بڑھ کر کرتے ہیں، اور جو ان کی پابندی نہیں کرتا یہ بیوقوف اسے تجوید قرآن سے جاہل اور غافل قرار دیتے ہیں آپ غور سے دیکھیں کیسے عوام کے ہاں معروف منکر اور منکر معروف بن چکا ہے ۔ ان خرافات باطلہ کی کوئی حقیقت اس سے زیادہ نہیں کہ یہ ان کے خود ساختہ نام اور تصورات ہیں، اہل علم نے ان باطل سکتوں کی سخت تقبیح کی ہے اور ان کے باطل ہونے کی تصریح کی ہے۔ علامہ ابراہیم حلبی غنیۃ المستملی میں فرماتے ہیں فتاوی الحجہ میں ہے

وانما الاولی والاصح ان یصل ایاك نعبد وایاك نستعین انتهی فلا اعتبار بمن یفعل ذلك السکت من الجهال المتفقهین بغیر علم اھ[1]۔

علامہ علی قاری علیہ رحمۃ الباری در منح الفکریہ بعد ایراد عبارت فتاوی الحجۃ مے فرمایند اقول و ما اشتهر علی لسان بعض الجهلة من القراٰن فی سورة الفاتحة للشیطان کذا من الاسماء فی مثل هذه التراکیب من البناء فخطاء فاحش و اطلاق قبیح ثم سکتهم عن نحو دال الحمد وکاف ایاك وامثالها غلط صریح[2] علامہ محمد بن عمر بن خالد قرشی حنفی در رد ایں مزعوم رسالہ مستقلہ نوشت کما ذکرہ کشف الظنون فی ذکر الرسائل۔ من فقیر در عنفوان امر خودم پیش از وقوف بریں کلمات ایں سکتات باطلہ را ابطال می کردم ومنشاء اختراع آنہا می دانم کہ اگر غرابت سخن مانع نبودے بقلم می سپردم علماء کہ اختلاف السنۂ ناس در ادائے ض بیان فرمودہ اند

کہ جب نمازی فاتحہ میں ایاك نعبد وایاك نستعین پر پہنچے تو وہ یہ نہ کرے کہ ایاك پر رک جائے پھر نعبد کہے بلکہ اولیٰ اور اصح یہی ہے کہ ایاك نعبد وایاك نستعین کو متصل کرکے پڑھے انتہی اگر بعض جاہل ان پڑھ لوگ بغیر کسی دلیل کے سکتہ کرتے ہیں تو ان کا ہرگز اعتبار نہیں کیا جائے گا اھ۔

علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ الباری منح الفکریہ میں فتاوی الحجہ کی عبارت ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں میں کہتا ہوں بعض جاہل لوگوں کی زبان پر یہ جو مشہور ہے کہ قرآن کی سورۃ فاتحہ میں اس ترکیب سے شیطان کے نام ہیں، یہ بات صراحۃً غلط ہے اور اس کا قبیح پر اطلاق ہے، اور پھر ان کے سکتوں سے مراد الحمد کی د اور ایاك کا کاف ہے اور ان کی مثل دوسرے مقامات ہیں جو نہایت ہی غلط اور باطل ہیں علامہ محمد بن عمر بن خالد قرشی حنفی نے اس باطل خیال کے رد میں ایک مستقل رسالہ لکھا جس کا ذکر صاحبِ کشف الظنون نے رسائل میں کیا ہے۔ فقیر نے اپنے ابتدائی دور میں علماء کے مذکورہ ارشادات پر اطلاع نہ ہونے کے باوجود ان سکتوں کا رد کیا۔ اور ان خرافات کے منشاء سے بھی آگاہی حاصل ہے اگر غرابتِ سخن مانع نہ ہوتی تو میں اسے احاطۂ تحریر میں ضرور لاتا۔ علماء نے ضاد کی ادائیگی میں لوگوں کی مختلف

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی زلۃ القاری مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۸۱

[2] منح الفکریہ شرح المقدمۃ الجزریۃ بیان الوقف علی رؤس الآیۃ سنۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ص ۶۳

حاشا مراد نہ آنست کہ ایں طریق ادا قراء عرب است بلکہ مقصود بیان غلط وخطائے عوام در ادائے ایں حرف وتنبیہ بر بطلان وتحذیر از آں ست، عبارت مولانا قاری در شرح مقدمۂ جزریہ زیر قول ماتن "والضاد باستطالۃ ومخرج میز من الظاء وکلہا تجی، فی الظعن ظل ظہر عظم الحفظ، ایقظ وانظر عظم ظہر اللفظ" چناں ست "قد انفرد الضاد بالاستطالۃ حتی تتصل بمخرج اللام لما فیہ من قوۃ الجہر والاطباق والاستعلاء ولیس فی الحروف ما یعسر علی اللسان مثلہ والسنۃ الناس فیہ مختلفۃ فمنہم من یخرجہ ظاء ومنہم من یخرجہ دالا مہملۃ او معجمۃ ومنہم من یخرجہ طاء مہملۃ کالمصریین ومنہم من یشمہ ذالا ومنہم من یشیر بہا بالظاء المعجمۃ لکن لما کان تمییزہ عن الظاء مشکلا بالنسبۃ الی غیرہ امر الناظم بتمییزہ عنہ نطقا ثم بین ما جاء فی القرآن بالظاء لفظا[1] الخ" ایں شدت تحفظ علما است بر تمایز حروف و آنچہ آنکہ امام ناظم رحمہ اللہ تعالٰی کلمات قرآنیہ واردہ بظائے معجمہ را ضبط

زبانوں کا جو تذکرہ کیا ہے اس سے مراد یہ ہرگز نہیں ہے کہ قراء عرب کی ادائیگی کا یہ طریقہ ہے بلکہ اس سے مقصود صرف اسی حرف کی ادائیگی کے بارے میں عوام کی خطا اور غلطی کی نشان دہی کرنا ہے اور اس کے بطلان پر تنبیہ اور اس سے پرہیز پر متوجہ کرنا ہے عبارت ملا علی قاری شرح مقدمہ جزریہ میں ماتن کے اس قول "ضاد میں استطالہ ہے اور اس کا مخرج ظا سے الگ ہے اور ظا ان تمام میں ہے، ظعن، ظل، ظہر، عظم الحفظ، ایقظ، انظر، عظم، ظہر اللفظ، کے تحت یوں ہے کہ ضاد استطالہ میں منفرد ہے حتی کہ وہ لام کے مخرج کے ساتھ متصل ہے کیونکہ اس میں قوت جہر، اطباق اور استعلاء پایا جاتا ہے اور حروف میں کوئی حرف ایسا نہیں جس کی ادائیگی ضاد کی طرح مشکل ہو اس کی ادائیگی میں لوگوں کی زبان مختلف ہے بعض اسے ظا اور بعض دال یا ذال کے مخرج سے اور بعض طا کے مخرج سے پڑھتے ہیں جیسے مصری لوگ، اور بعض اسے ذال کی بو دیتے ہیں بعض ظا سے ملا کر پڑھ دیتے ہیں لیکن چونکہ اس کا امتیاز دیگر حروف کی نسبت ظا سے مشکل ہے اس لئے ناظم (ماتن) نے صراحۃً اس سے ممتاز کرنے کی بات کی پھر وہ مقامات بیان کئے جہاں قرآن مجید میں ظا لفظاً استعمال ہوا ہے الخ" یہ شدت حروف کے امتیاز کے تحفظ پر علماء کے کاربند ہونے کے لئے ہے اور وہ جو امام ناظم رحمہ اللہ تعالٰی نے کلمات قرآنی ذکر کرکے

---

[1] منح الفکریہ شرح المقدمۃ الجزریۃ مطلب ادغام المتجانسین مطبوعہ مصطفی البابی مصر ص ۳۸

فرمودہ تا بدانند کہ ایں حرف بقرآن عظیم در ہمیں مواد است وآنچہ غیر اینہاست ہمہ بضاد است ہمچناں فاضل ادیب حریری در مقامہ حلبیہ عامہ لغات عرب[1] زادہ بظا را مضبوط نمودہ جائیکہ فرمود ایھا السائل عن الضاد والظاء ٭ لکیلا تضلہ الالفاظ ٭ ان حفظ الظاءات یغنیک فاسمعھا استماع امرئ لہ استیقاظ غیر طائفۃ فی مخارج ھذہ الحروف وفی ذلک حرج عظیم والظاھر ان ھذا مجمل ما فی جمیع الفتاوی باز فرمود ثم فی الخزانۃ ایضا لو قرأ ولا الضالین بالظاء فسدت صلوتہ وعلیہ اکثر الائمۃ منھم ابو مطیع ومحمد بن مقاتل ومحمد بن سلام وعبد اللہ بن الازھری وعلی ھذا القیاس فی جمیع القرآن ولو قرأ بالظاء مکان الضاد تفسد صلاتہ الا فی قولہ تعالی وما ھو علی الغیب بضنین بالظاء والضاد فھما قرأتان[2] ببیں چہ قدر نصوص روشن است کہ ایں تبدیلہا از کج مج زبانی ہائے کردیاں و ترکیاں و دہقانیان کوفہ وغیرہم عوام واعجام است ولہذا

ہیں جن میں ظا ہے تاکہ ہر کوئی جان لے کہ قرآن کریم میں ظا کے ساتھ یہی کلمات ہیں اور ان کے علاوہ میں ضاد ہے اسی طرح فاضل ادیب حریری نے مقامہ حلبیہ میں ظا کے الفاظ عربی ذکر کرتے ہوئے کہا جس جگہ کہا اے ضاد اور ظا کے بارے میں پوچھنے والے تاکہ الفاظ میں خلط ملط نہ ہو، اگر تو ظاء کے تمام مقامات محفوظ کرے تو بے نیاز ہوجائیگا پس اب تو انھیں غور سے سن جس طرح ایک بیدار آدمی سنتا ہے، ایک گروہ نے ان حروف کے مخارج میں تغیر و تبدل کیا ہے اور اس میں حرج عظیم ہے اور ظاہر یہ ہے کہ تمام فتاوی کا اجمال یہی ہے، پھر فرمایا کہ خزانہ میں بھی ہے کہ اگر ولا الضالین میں ظاء پڑھی تو نماز فاسد ہوجائے گی، اکثر ائمہ اسی پر ہیں ان میں سے ابو مطیع محمد بن مقاتل، محمد بن سلام، عبد اللہ بن الازھری بھی ہیں اسی پر قیاس کرتے ہوئے کہا کہ تمام قرآن میں ضاد کی جگہ اگر ظاء پڑھی تو نماز فاسد ہوجائے گی البتہ اللہ تعالے کا قول وما ھو علی الغیب بضنین مستثنی ہے کیونکہ اس میں ظا اور ضاد دونوں کے ساتھ دو قرأتیں آئی ہیں آپ نے دیکھا کہ کس قدر واضح تصریحات ہیں کہ یہ تبدیلی کرد، ترک اور کوفہ کے بادیہ نشیں وغیرہ عام اور عجمی لوگوں کی زبانیں گڈمڈ ہونے کی وجہ سے ہے یہی وجہ ہے کہ

---

[1] مقامات حریری مقامہ سادسہ الاربعون المقامۃ الحلبیۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ص ۳۹۳

[2] خزانۃ

اکثر علمائے متاخرین کہ در محل مشقت رو بہ تیسیر کردہ اند این ترخیص را ہم بحق عامیان مقصود داشتند باز حکم جمہور ائمہ نظر کن کہ برین ابدال ہنگام فساد معنی حکم بفساد نماز فرمودند و ہمیں است مذہب ائمہ ثلٰثہ سیدنا الامام الاعظم و امام ابی یوسف و امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین علی خلاف بینھم فی ما اذا کان مثلہ فی القرآن اولا کما فصلہ فی الغنیۃ باحسن تفصیل فاللہ یجزیہ الجزاء الجلیل در خانیہ و خلاصہ و بزازیہ و غنیہ و حلیہ و خزانۃ المفتین وغیرہا کتب معتمدہ مذہب بکثرت فروع این تبدیلہا است کہ در روے حکم بفساد نماز دادہ اند من شاء فلیراجعھا فان فی نقلھا طولا کبیرا و خود علامہ قاری در شرح جزریہ فرمود (و ان تلاقیا) ای الضاد والظاء (البیان) ای فبیان کل منھما لازم ولا یجوز الادغام لبعد مخرجھما قال الیمنی فلو قرأ بالادغام تفسد الصلاۃ وقال ابن المصنف وتبعہ الرومی ولیتحرز من عدم بیانھما فانہ لو أبدل ضادا بظاء او بالعکس بطلت صلاتہ لفساد المعنی و قال المصری فلو بدل ضادا بظاء فی الفاتحۃ لم تصح قرأتہ بتلک الکلمۃ (ملخصاً) باز کلام ابن الہمام و کلام مذکور غنیہ

اکثر علمائے متاخرین جو مشقت کے مقام پر آسانی کی طرف گئے ہیں انھوں نے بھی اس رخصت کو عوام کے حق میں جائز رکھا ہے پھر جمہور ائمہ کا حکم دیکھو انہوں نے اس تبدیل پر فسادِ معنی کے وقت فساد نماز کا حکم دیا ہے اور یہی مذہب ائمہ ثلٰثہ سیدنا امام اعظم، امام ابویوسف اور امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین کا ہے اس اختلاف کے ساتھ کہ اس کی مثل قرآن مجید میں ہے یا نہیں اس کی پوری اور عمدہ تفصیل غنیہ میں ہے پس اللہ تعالٰی انھیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ خانیہ، خلاصہ، بزازیہ، غنیہ، حلیہ، خزانۃ المفتین اور دیگر کتب معتمدہ مذہب میں ایسی تبدیلی کے متعدد جزئیات کا ذکر کرکے نماز کے فساد کا حکم بیان کیا گیا جو شخص تفصیل چاہتا ہے ان کی طرف رجوع کرے کیونکہ ان تمام کے نقل کرنے میں طوالت کا خدشہ ہے خود علامہ علی قاری شرح جزریہ میں فرماتے ہیں (اور اگر یہ دونوں اکٹھے ہوں) یعنی ضاد اور ظاء تو ہر ایک کا امتیاز ضروری ہے، ان کے بعد مخرج کی وجہ سے ادغام جائز نہیں، یمنی نے کہا کہ اگر کسی نے مدغم کرکے پڑھا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ ابن مصنف اور ان کی اتباع میں رومی نے کہا ان دونوں کے عدم امتیاز سے احتراز چاہئے، کیونکہ اگر ضاد کو ظاء سے بدلا یا اس کا عکس کیا تو فسادِ معنی کی وجہ سے نماز باطل ہو جائے گی، اور مصری نے کہا اگر کسی نے فاتحہ میں ضاد کو ظا سے بدل کر پڑھا تو اس کلمہ کی قرأت درست نہ ہوگی، پھر ابن الہمام اور منیہ کی مذکورہ

؎ المنح الفکریۃ شرح المقدمۃ الجزریۃ باب التحذیرات مطبوعہ مصطفی البابی مصر ص ۴۳

آوردہ گفت قال الشارح وھذا معنی ماذکر فی فتاوی الحجۃ انہ یفتی فی حق الفقہاء باعادۃ الصلاۃ وفی حق العوام بالجواز اقول وھذا تفصیل حسن فی ھذا الباب واللہ تعالٰی اعلم بالصواب، و فی فتاوٰی قاضیخان ان قرأ غیر المغضوب بالظاء او بالدال تفسد صلاتہ ولا الضالین بالظاء المعجمۃ او الدال المھملۃ لاتفسد ولو بالذال المعجمۃ تفسد (ملخصاً)[1] و در شرح امام شیخ الاسلام زکریا انصاری است (وان تلاقیا) ای الضاد والظاء فقل (البیان) لاحدھما من الاخر لازم للقاری لئلا یختلط احدھما بالاخر فتبطل صلاتہ[2] سبحٰن اللہ اگر ایں نہج ادا قرائے عرب بودے حکم فساد را چہ گنجائش بود بلکہ قطعاً ادغام روا بودے و نماز مطلقاً اجماعاً صحیح ماندے چنانکہ در ما ھو علی الغیب بضنین و ہمچنیں در قول او تعالٰی انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جھنم، حصب و حضب و حطب و حظب بصاد و ضاد و ظاء و ظاء ہرچہ خواند نماز قطعاً صحیح است کہ ایں کلمہ بہر چہار حروف منطبقہ در قرأت آمدہ است کما فی المنح الفکریۃ وغیرھا۔

گفتگو کے بعد کہا شارح نے کہا فتاوٰی حجہ میں جو کچھ مذکور ہے اس کا خلاصہ یہی ہے کہ علماء و فقہاء کے حق میں نماز کے لوٹانے کا فتوٰی دیا جائے گا اور عوام کے حق میں جواز کا، میں کہتا ہوں اس معاملہ میں یہی تفصیل احسن ہے، واللہ اعلم بالصواب۔ اور فتاوٰی قاضی خان میں ہے اگر کسی نے غیر المغضوب میں ظاء یا دال سے بدل کر پڑھا تو نماز فاسد ہوگی اور ولا الضالین میں ظاء یا دال سے بدل کر پڑھا تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر ذال سے بدل کر پڑھا تو نماز فاسد ہوجائیگی امام شیخ الاسلام زکریا انصاری کی شرح میں ہے (اور اگر یہ دونوں متصل ہوں) یعنی ضاد اور ظاء تو قاری کے لئے دونوں کو الگ کرکے پڑھنا ضروری ہے تاکہ ایک دوسرے کے ساتھ مختلط نہ ہوجائے ورنہ اس کی نماز باطل ہوجائے گی سبحان اللہ اگر اس کی ادائیگی کا یہ طریقہ قرّاء عرب کا ہوتا تو فساد کے حکم کی یہاں کیا گنجائش تھی بلکہ ادغام یقیناً جائز اور نماز مطلقاً بالاتفاق درست ہوتی جیسا کہ ماھو علی الغیب بضنین میں ہے یہی حکم اللہ تعالٰی کے اس ارشادِ گرامی میں ہے انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جھنم۔ یہاں حصب، حضب، حطب اور حظب صاد، ضاد، طاء اور ظاء کے ساتھ جس طرح بھی پڑھ لیا جائے نماز درست ہوگی کیونکہ اس کلمہ کی ان چاروں حروف کے ساتھ قرأت ثابت ہے جیسا کہ منح الفکریہ وغیرہ میں ہے۔ (ت)

---

[1] المنح الفکریۃ شرح المقدمۃ الجزریۃ باب التحذیرات مطبوعہ مصطفی البابی مصر ص ۴۳

[2] شرح المقدمۃ الجزریۃ ابو زکریا انصاری مع المنح الفکریہ باب التحذیرات مطبوعہ مصطفی البابی مصر ص ۴۳

اقول وبالله التوفيق بتحقيقنا هذا ظهر لك انخساف ما زعم بعض النحاة وهو ابن الاعرابي الكوفي حيث كان يقول جائز في كلام العرب ان يعاقبوا بين الضاد والظاء فلا يخطئ من يجعل هذه في موضع هذه، وينشد ؎

الى الله اشكو من خليل اودّه
ثلث خلال كلها لي غائض

بالضاد ۔

ويقول هكذا سمعته من فصحاء العرب[1] نقله ابن خلكان في وفيات الاعيان و ذلك لانه لو كان ما زعمه صحيحا لما حكم ائمة الفقه وهم ما هم في جميع فنون العربية وغيرها من العلوم الدينية بفساد الصلوة في غير المغضوب وامثاله مما يفسد به المعنى، ولما فرقوا بينه وبين ضنين وظنين فاين هذا مما مر عن الحلية عن الخزانة عن الائمة ان في جميع القرآن تفسد به الصلوة ما خلا ضنين، ومن سوغ فانما نظر الى التيسير على العوام لا انه صحيح في فصيح الكلام، اما البيت فلا حجة له فيه فقد يكون

اقول (میں کہتا ہوں، اللہ تعالٰی کی توفیق و عنایت سے جو ہم نے تحقیق کی ہے اس سے ایک نحوی ابن الاعرابی کوفی کے اس قول کی کمزوری بھی واضح ہوجاتی ہے جو اس نے کہا تھا کہ ضاد اور ظاء کو ایک دوسرے کی جگہ کلام عرب میں پڑھا جاسکتا ہے تو جو ایک کی جگہ دُوسرے کو پڑھ دے اسے خطاوار نہیں کہا جائیگا اور اس نے یہ شعر پڑھا ؎

اللہ کے ہاں یہی میری شکایت ہے اپنے محبوب دوست کی تین عادتوں کی، جو سب مجھے ناپسند ہیں۔

(اس شعر میں غائض ضاد کے ساتھ ہے)

اور یُونہی میں نے فصحاءِ عرب سے سُنا ہے، اسے ابن خلکان نے وفیات الاعیان میں نقل کیا ہے اور یہ اس لئے ہے کہ اگر ان کا قول درست ہوتا تو یہ تمام ائمہ فقہ جو علومِ دینیہ اور فنونِ عربیہ کے ماہر ہیں غیر المغضوب اور اس جیسے دیگر الفاظ جن میں فسادِ معنی لازم آتا ہے سے نماز کے فاسد ہونے کا حکم جاری نہ کرتے اور ضنین و ظنین اور مذکورہ لفظ کے درمیان فرق نہ کرتے، یہ اس میں سے کہاں ہے جو حلیہ سے خزانہ سے ائمہ کے حوالے سے گزرا کہ ضنین کے علاوہ تمام قرآن میں (جب فسادِ معنی ہو) تو نماز فاسد ہوجائے گی، اور جن لوگوں نے اسے جائز قرار دیا تھا انہوں نے عوام پر آسانی کی خاطر ایسا کیا ہے یہ نہیں کہ ایسا کرنا فی الواقع فصیح کلام میں صحیح ہے، رہا معاملہ شعر کا وہ اس سلسلہ

---

[1] وفیات الاعیان ترجمہ محمد بن زیاد ابن الاعرابی ۶۳۳ مطبوعہ دار الثقافۃ بیروت ۴/۳۰۷

من غاضه اذا نقصه قال الاسود بن یعفر ؎

اما ترینی قد فنیت وغاضنی
ما نیل من بصری ومن اجلادی

قال فی تاج العروس معناه نقصنی بعد تمامی وھذا ابن الاعرابی قد انشد بنفسه ؎

ولو قد عض معطسه جریری
لقد لانت عریکته وغاضا

وفسره فقال اثر فی انفه حتی یذل وقد قال ابن سیدہ فی ذلک البیت یجوز عندی ان یکون غاض غیر بدل ولکنه من غاضه ای نقصه ویکون معناه حینئذ انه ینقصنی ویتهضمنی نقلها فی التاج ایضا وعن ھذا حکم علماؤنا بعدم الفساد فیما لو قرأ لیغیض بھم الکفار بالضاد مکان الظاء[2] کما فی الخانیة قال فی الغنیة لان معناه مناسب ای لینقص بھم الکفار[3] اھ وکذا قال فی قوله تعالٰی قل موتوا بغیظکم[4] و

میں ان کی حجت نہیں بن سکتا تو کبھی یہ غاضہ سے آتا ہے اس وقت اس کا معنی نقص ہوتا ہے چنانچہ اسود بن یعفر نے کہا کیا تو دیکھتی نہیں کہ میں فنا ہو چکا ہُوں اور میری آنکھوں اور اعضا کے عوارضات نے مجھے ناقص کر دیا ہے۔

تاج العروس میں ہے: اس کا معنی یہ ہے کہ اس نے مجھے کمال تک پہنچنے کے بعد ناقص کر دیا، اور اس ابن اعرابی نے خود یہ شعر کہا:

اگر جریری نے اس کی ناک کو کاٹا ہے تو ضرور اس کی ناک کی ہڈی نرم اور ناقص ہو گی۔

اور اس کی شرح کرتے ہُوئے کہا کہ اس نے اس کی ناک کو داغدار کر دیا حتی کہ وُہ ذلیل ہو گیا۔ اور ابن سیدہ نے اس (پہلے) شعر کے متعلق کہا کہ اس میں "غائض" غاظ سے نہیں بدلا بلکہ وہ غاض سے ہے جس کا معنی نقص ہے، لہٰذا اب معنی یُوں ہو گا اس نے مجھے ناقص کر دیا، اس کو تاج العروس نے بھی نقل کیا ہے اور اسی بنا پر ہمارے علماء نے فرمایا کہ اگر کسی نے لیغیظ بھم الکفار میں ظاء کی جگہ ضاد پڑھا تو نماز فاسد نہ ہو گی، جیسا کہ خانیہ میں ہے غنیہ میں ہے کہ اس کا معنی مناسب ہی رہتا ہے یعنی ان سے کافروں میں نقص و اضطراب ہو اھ اور اسی طرح اللہ تعالٰی کے ارشاد گرامی قل موتوا

---

[1] تاج العروس فصل العین من باب الضاد مطبوعہ احیاء التراث العربی ۵/۶۴-۶۵
[2] فتاوٰی قاضی خان فصل فی قرأۃ القرآن خطاء مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۶۸
[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی زلۃ القاری مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۸۷
[4] فتاوٰی قاضی خاں فصل فی قرأۃ القرآن خطاءً مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۶۹

بالجملة فالفقه لا یوخذ من قول نحوی خالف نصوص الائمة بل الانصاف عند من نور اللہ بصیرته تقدیم قولهم علی اقوال النحاة فی العربیة ایضا فان الاجتهاد لا یتاتی الا لمتصلع منها مقذوف فی قلبه نور الالٰهی فاعرف ذلک فانه نفیس مهم آرے ما را انکار نیست کہ در کلام عرب معاقبہ میان ض و ظ اصلاً نیامدہ کلمات عدیدہ بہر دو حرف وارد شدہ چوں عض الحرب والزمان و عظ الزمان جنگ گزید وگزند رسانید و تماضوا و تماظوا باہم بجنگ افتادند و بر یک دگر زبان گفتن کشیدند و فاض فلاں و فاظ مرد و بظ الضارب اوتارہ وبعض چنگ زن او تار را برائے زدن جنبانید ومہیا نمود و تقریظ و تقریض مدح کردن و بیض و بیظ خایہ مور و بظر و بضر خروسہ الی غیر ذلک مما عداہ ابن مالک فی کتاب الاعتضاد فی معرفۃ الظاء والضاد اما ایں معنی مستلزم آں نباشد کہ ہر جا ابدال روا بود چنانکہ میان لام و را جا با معاقبہ است در مجمع بحار الانوار آوردہ فیہ کان یکرہ تعطر النساء و تشبہن بالرجال اراد عطرا یظہر ریحہ کما یظہر عطر الرجل وقیل اراد تعطل

بغیظکو میں کہا، بالجملہ دین وفقہ تا مسئلہ نحوی کے ایسے قول سے نہیں لیا جاسکتا جو ائمہ کی تصریحات کے خلاف ہو، بلکہ ہر شخص جسے اللہ تعالٰے نے نورِ بصیرت سے نوازا ہے وہ ائمہ کے اقوال کو فنونِ عربیہ میں بھی نحاۃ کے اقوال پر مقدم رکھے گا کیونکہ اجتہاد وہ کرسکتا ہے جس میں اس کی کامل صلاحیت ہو اور اس کا دل نورِ الٰہی سے پُر ہو اسے اچھی طرح محفوظ کرلو کیونکہ یہ نہایت ہی اہم اور قیمتی تحقیق ہے، البتہ ہمیں اس بات سے ہرگز انکار نہیں کہ کلامِ عرب میں ضاد اور ظا ایک دوسرے کی جگہ آہی نہیں سکتے بہت سے کلمات ان دونوں حروف کے ساتھ وارد ہیں مثلاً عض الحرب والزمان و عظّ الزمان (دونوں کا معنی یہ ہے کہ جنگ نے کاٹنا اور تکلیف پہنچانی) تماضو اور تماظوا آپس میں جنگ وغیرہ کرنا اور ایک دوسرے پر زبان کھولنا ”فاض فلاں“ اور ”فاظ“ ”فلاں فوت ہوا“ بظ الضارب اوتارہ اور بعض صاحب موسیقی کا تار کو بجانے کے لئے حرکت دینا۔ تقریظ اور تقریض تعریف کرنا۔ بیض اور بیظ مور کا انڈہ۔ بظر و بضر عورت اور شرمگاہ الی غیر ذلک وہ ہیں جنہیں ابن مالک نے ”کتاب الاعتضاد فی معرفۃ الظا والضاد“ میں شمار کیا ہے۔ لیکن یہ اس بات کو مستلزم نہیں کہ ابدال ہر جگہ جائز ہوگا مثلاً لام اور را کسی مقام پر ایک دوسرے کی جگہ آتے ہیں۔ مجمع بحار الانوار میں ہے کہ اس حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم خواتین کے خوشبو لگانے اور مردوں کے ساتھ مشابہت کرنے کو

النساء باللام وھی من لاحلی علیھا ولاخضاب واللام والراء یتعاقبان[1] وزنہار جائز نبود کہ ہرجا خواہند یکے بجائے دیگرے خوانند، علماء تصریح فرمودہ اند کہ در یوم تبلی السرائر سرائل یا در یوم ترجف الارض والجبال بجائے جبال جبار خوانند نماز فاسد شود کما فی الخانیۃ[2] و المنیۃ وغیرھما باز ایں جملہ کہ گفتہ آمدیم در خصوص ظائے معجمہ است وحاشا کہ جاہلے وکنیزے ودہقانے از عرب بجائے ضاد دیا طا مہملتین یا ذیا معجمتین بر زبان راند سخن من در عرب خالص است نہ در قومے کہ با عجم مخالط شدہ و در زبان نیز خالط و مالط شدند رجعت قہقری را گہگری گویند وثلثۃ عشر را تلتعشر وخذکذا را خدکدا خدکدا بکسر کاف ودال مہملۃ الی غیر ذلک من التغیرات المہملۃ و با بعضے از اعراب واطراف یمن ملاقی شدم کہ ہکذا را ہچا می گفتند ومنک خطاب ہاشمی را منچ بجیم فارسی وبعضے دیگر دیدم کہ جیم را کاف فارسی مسجد را مسگد وجمال را گمال مے گفتند قال الرضی الباء التی کالفاء قال السیرافی ھی کثیرۃ فی لغۃ العجم واظن

ناپسند فرماتے تھے، یہاں عطر سے وہ خوشبو مراد ہے جو اس طرح مہک دار ہو جو مرد لگاتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ یہاں را کی جگہ لام ہے یعنی تعطل النساء لام کے ساتھ، یعنی عورت کا بغیر زیور اور مہندی کے ہونا مراد ہے کہ لام اور را ایک دوسرے کی جگہ مستعمل ہوتے ہیں (یہ اگرچہ جائز ہے) مگر یہ بعض مقام پر جائز نہیں ہوتا کہ جہاں چاہیں ایک کو دوسرے کی جگہ پڑھ لیں۔ علمائے تصریح کی ہے کہ یوم تبلی السرائر کی جگہ سرائل یا یوم ترجف الارض والجبال میں جبال کی جگہ جبار پڑھنے سے نماز فاسد ہوجائے گی، جیسا کہ خانیہ اور منیہ وغیرہا میں ہے، پھر یہ تمام گفتگو جو ہیں یہ کی ہے یہ صرف ظا معجمہ کے لئے خاص ہے ہو سکتا ہے کوئی جاہل، لونڈی یا دیہاتی از عرب ضاد کی جگہ دال، طا، ذال یا زا اپنی زبان پر جاری کردے کیونکہ ہماری گفتگو عرب خالص میں ہے نہ کہ اس قوم میں جو عجم کے ساتھ ملی ہو اور اس کی زبان خلط ملط ہوگئی ہو مثلاً رجعتِ قہقری کی جگہ رجعتِ گہگری اور ثلثہ عشر کی جگہ تلتعشر، خذ کذا کو خدکدا، خدکدا کاف کے کسرہ اور دال کے ساتھ پڑھتے ہیں ان کے علاوہ دیگر بے مقصد ولایعنی تغیرات یا بعض ایسے بدوی اور یمنی لوگوں سے ملا ہوں جو ہکذا کو ہچا می

---

[1] مجمع بحار الانوار لفظ عطر کے تحت مذکور ہے مطبوعہ مطبع عالی منشی نولکشور لکھنؤ ٢/٣٩٧

[2] فتاوٰی قاضی خان فصل فی قرأۃ القرآن خطاء مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ١/٦٨

ان العرب انما اخذوا ذلک من العجم لمخالطتهم ایاهم[1] باز اخراج زا معجمہ بجائے ض خالصاً یا اشماماً در کلام علماء نقلش از عوام جہال نیز بیاد نیست البتہ بعض عامیان زمان کہ تشابہ صوت شنیدہ اند بجائے ض ظ بر آوردن مے خواہند وبعض دیگر کہ تحفظ کنند و نتواں چیزے بین الضاد والظاء بر می آرند واولئک امثلهم طریقا نسأل اللہ ان یرزقنا الحق فی کل باب تحقیقا۔

پڑھتے تھے مونث کو خطاب کرتے ہیں منک کی جگہ منج پڑھتے ہیں، بعض دیگر ایسے لوگ بھی میں نے دیکھے کہ جیم کو گاف کے ساتھ مثلاً مسجد کو مسگد، جمال کو گمال بولتے ہیں۔ رضی نے کہا وہ باء جو فاء کی طرح ہے سیرفی کہتا ہے یہ لغتِ عجم میں کثرت کے ساتھ مستعمل ہے اور میرا گمان ہے کہ عرب نے عجم سے اختلاط کی وجہ سے یہ اخذ کیا ہے پھر ضاد کی جگہ خالصاً یا اشماماً زا پڑھنے کے بارے میں جاہل لوگوں نے علماء کے کلام سے جو کچھ نقل کیا ہے وُہ بھی محفوظ نہیں البتہ جن بعض عوام زماں سے تشابہ صوت سُنا گیا ہے کہ وہ ض کی جگہ ظاء پڑھنا چاہتے ہیں اور بعض دوسرے لوگ ادائیگی کی طاقت نہ رکھتے ہوئے بھی کوشاں رہتے ہیں ضاد اور ظا کے درمیان پڑھتے ہیں یہ لوگ بہتر اور اوسط راہ پر ہیں، ہم اللہ تعالےٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں ہر معاملہ تحقیقی حق پر چلنا نصیب کرے (آمین)

بالجملہ حق واضح ہمیں است کہ ایں ہمہ حروف باہم متبائن است و بر ہمہ مخرج جدا و ابدال ض با ہر حرفیکہ باشد مردود و ناروا ایں حرفے است کہ حق جل و علا او را تنہا آفرید و ہیچ حرفے را قرینش نگردانید و لہذا سیبویہ گفت و در صفت لولا الاطباق فی الصاد لکان سینا و فی الظاء

بالجملہ حق واضح یہی ہے کہ تمام حروف آپس میں متبائن اور ان کے مخارج الگ الگ ہیں لہذا ضاد کا کسی بھی حرف کے ساتھ بدل کر پڑھنا مردود اور ناجائز ہے۔ اس حرف (ضاد) کو اللہ تعالےٰ نے اتنا جدا پیدا کیا ہے کہ کوئی حرف بھی اس کا قریبی نہیں گردانا جاسکتا اسی لئے سیبویہ نے کہا اور خوب کہا اگر صاد میں اطباق نہ ہو تو وہ سین بن جائے، اگر ظاء میں نہ ہو تو

---

[1] شرح شافیہ للرضی صفات الحروف مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳/۲۵۶

کان ذالا وفی الطاء کان دالا ولخرجت الضاد من الکلام لانہ لیس شیئ من الحروف من موضعہا غیرہا[1] اھ نقلہ الرضی وآنکہ از قاری پانی پت نقل کردند۔

اقول تحقیق آنست کہ در صفات حروف بعضے صفات لازمہ است کہ فقدانش مستلزم فقدان ذات باشد چنانچہ اطباق در ط وانفتاح در ت او قطعاً واجب المراعاۃ ست وبعضے نہ چناں ست اگر بجا نیارند ذات حرف درہم نخورد چوں تہوّع در ہمزہ وتفشّے در ش وھو کما فی المنح انتشار الصوت عند خروجہا حتی تتصل بحروف طرف اللسان منہا مخرج الظاء المشالۃ والحال ان مخرجہا حافۃ اللسان من محاذات وسطہ[2] پس مراعات صفات مطلقاً واجب نیست بلکہ از صفات حروف آنست کہ ترکش واجب است وآں صفت تکریر در رائے مخفف مطلقاً ودر مشقلہ بیش از یکبار معنی ایں صفت در را آنست کہ قابل تکرار است نہ آنکہ تکرارش باید بایں معنی بتوفیق اللہ تعالٰی بخاطرم خطور کردہ بود کہ تصریحش در کلام مولٰنا

وہ ذال بن جائے اگر طاء میں نہ ہو تو وہ دال بن جائے اور ضاد کلام سے ہی خارج ہوجائے کیونکہ اس کے متبادل کوئی حرف ہی نہیں اھ اسے رضی نے نقل کیا اور جو انہوں نے قاری پانی پتی سے نقل کیا ہے۔ اس کے بارے میں کہتا ہوں تحقیقی بات یہ ہے کہ حروف کی صفات میں بعض ایسی صفات لازمہ ہیں جن کے فقدان سے حروف کی ذات کا فقدان لازم آتا ہے مثلاً "طاء" میں اطباق اور "تاء" میں انفتاح اس کی رعایت نہایت ہی ضروری ہے اور بعض حروف ایسے نہیں یعنی اگر انہیں ان صفات سے ادا نہ کیا جائے تو ان کی ذات ختم نہیں، مثلاً ہمزہ میں تہوّع اور شین میں تفشّی، یہ وہی ہے جو المنح میں ہے کہ اس کے خروج کے وقت آواز کا اس طرح انتشار یہاں تک ہو کہ حروف کے ساتھ طرف لسان متصل ہوجائے، ایسے حروف میں سے ظاء کا مخرج بھی ہے حالانکہ اس کا اصل مخرج اس کے محاذاتِ وسط سے اور حافہ زبان ہے۔ پس صفاتِ حروف کی رعایت ہر جگہ لازم نہیں بلکہ بعض حروف کی صفات ایسی ہیں جن کا ترک ضروری ہے اور وہ رائے مخففہ میں مطلقاً اور رائے مشقلہ میں ایک بار سے زائد تکرار ہے یعنی را میں اس صفت کی موجودگی کا معنی یہ ہے کہ را قابل تکرار ہے یہ نہیں کہ اس میں تکرار ضروری ہے۔ یہ معنی اللہ تعالٰی کی توفیق سے میرے ذہن میں آیا اور اس کی تصریح

---

[1] شرح شافیہ للرضی مخارج الحروف الفرعیہ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳/ ۲۶۲

[2] المنح الفکریۃ مطلب بیان الحروف المہموسۃ الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ص ۱۹

علی قاری چہ گشود حیث قال تحت قول الماتن والراء بتکریر جعل معنی قولهم ان الراء مکرر هو ان الراء له قبول التکرار لارتعاد طرف اللسان به عند التلفظ کقولهم لغیر الضاحك انسان ضاحك یعنی انه قابل للضحك وفی جعل اشارة الی ذلك وتکریره لحن فیجب معرفة التحفظ عنه للتحفظ به کمعرفة السحر لیتجنب عن تضرره ولیعرف وجه رفعه قال الجعبری وطریقة السلامة انه یلصق اللافظ ظهر لسانه باعلی خنکه لصقا محکما مرة واحدة ومتی ارتعد حدث من کل مرة راء وقال مکی لابد فی القرأة من اخفاء التکریر وقال واجب علی القاری ان یخفی تکریره ومتی اظهر فقد جعل من الحرف المشدد حروفا ومن المخفف حرفین[1] اھ ببعض اختصار و در وجوب ادا از مخرج بریں معنی کہ مسلم است جملہ حروف متساویۃ الاقدام است ہیچ خصوصیت ض را نیست بلکہ تواں گفت کہ چوں ادائے صادق در واحسر

مولانا علی قاری کے اس کلام میں ظاہر ہوئی جو انہوں نے ماتن کے قول " والراء بتکریر جعل " کے تحت کی ہے کہ قراء کے قول " را میں تکرار ہے " کا معنی یہ ہے کہ را تکرار کو قبول کرتا ہے کیونکہ اس کے تلفظ کے وقت طرفِ زبان حرکت کرتی ہے جیسا کہ غیر ضاحک کو انسان ضاحک کہا جائے کہ وہ ضحک کے قابل ہے، اس جعل میں اسی طرف اشارہ ہے اور اس کا تکرار غلط ہے، پس اس کے ساتھ تلفظ کے لئے اس سے بچنے کی معرفت ضروری ہے تاکہ غلطی سے بچا جاسکے، جیسا کہ جادو کا علم اس لئے حاصل کیا جائے تاکہ اس کے نقصان سے بچا جائے اور اس سے دفاع کی معرفت ہو جائے اور اس کو اٹھایا جاسکے جعبری نے کہا سلامتی کا طریقہ یہ ہے کہ تلفظ کرنے والا اپنی زبان کے اوپر والے حصے کو تالو کے بلند حصے کے ساتھ ایک دفعہ مضبوط طریقہ سے ملائے اب جب وہ حرکت کرے گی تو ہر دفعہ را پیدا ہوگا۔ مکی نے کہا ہے قرآت میں اخفاءِ تکریر ضروری ہے اور فرمایا قاری پر لازم ہے کہ اس کے تکرار میں اخفاء کرے اور جب اظہار کرے گا تو حرفِ مشددہ میں کئی حروف پیدا کرے گا اور مخففہ میں دو حروف سے کرے اھ اھ یہ عبارت کچھ اختصار کے ساتھ ہے اور ہر حرف کو اس کے مخرج سے اس طرح ادا کرنے کا وجوب اس معنی پر ہے کہ تمام حروف کا متساوی الاقدام ہونا مسلم ہے اس میں ضاد ہی کی کوئی خصوصیت نہیں بلکہ یہ

---

[1] المنح الفکریة شرح المقدمة الجزریة مطلب بیان الحروف المهموسة الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ص ۱۸.

از جملہ حروف است حکم وجوب بعارض مشقت در وے بنسبت سائر حروف درو تخفیف است فان المشقة تجلب التیسیر وما ضاق امر الا اتسع ولا یکلف اللہ نفسا الا وسعها[1] وما جعل علیکم فی الدین من حرج[2] یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر[3] والحمد للہ رب العلمین آرے خصوصیت ض بوجہ عسر او و شدت احتیاج باہتمام در آں تحفظ و تیقظ در ادائے آنست۔

کہا جا سکتا ہے کہ جب اس کی صحیح ادائیگی دیگر حروف کی نسبت زیادہ مشکل ہے تو اس مشقت کے پیش نظر دیگر حروف کے اعتبار سے اس کے حکم وجوبی میں تخفیف ہوگی کیونکہ مشقت آسانی لاتی ہے۔ ہر مشکل معاملہ میں گنجائش ہے، اللہ تعالٰی کسی نفس کو اس کی طاقت سے بڑھ کر حکم تکلیف نہیں دیتا، اللہ تعالٰی نے تم پر دین کے معاملے میں تنگی نہیں رکھی، اللہ تعالٰی تم پر آسانی کا ارادہ رکھتا ہے اور تنگی کا ارادہ نہیں فرماتا، اور تمام خوبی اللہ تعالٰی کے لئے جو تمام جہانوں کا رب ہے، ہاں ضاد میں تنگی کی وجہ سے اس کی ادائیگی کے لئے خوب اہتمام اور تحفظ ہونا چاہیے اور ادائیگی میں ہوش سے کام لیا جائے (ت)

---

[1] القرآن ۲/ ۲۸۶

[2] القرآن ۲۲/ ۷۸

[3] القرآن ۲/ ۱۸۵